OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 48-59

کشف المحجوب میں محبتِ خدا کے رموز

Codes of Love of God in "Kashaf Ul Mahjoob"

Dr. Muhammad Shah Khagga

Assistant Professor, Department of Persian, Govt. College University, Faisalabad.

Abstract

Hazrat Syed Ali bin Usman Hujweri (d.465AH/1072CE) is the renowned Sufi of 5th century hijri, is well known with his title Data Ganj Bakhsh. Kashaf-ul-Mahjoob describes the complete system of Sufism.It deals codes of love of God and great spirtual thoughts. Ali Hujweri explains clearly in his book that Islam's message is peace, harmony, love and tolerance.This book indicates the love of God, because in this book, Ali Hujweri addresses the definition of Sufism and love of God.

Keywords: Data Ganj Bakhsh, Kashaf-ul-Mahjoob, Sufism, Ali Hujweri, Codes of love, Harmony, Love of God

محبت ایک پاکیزہ اور شفاف جذبے کا نام ہے بعض نے کہا کہ حباب اس چیز کو کہتے ہیں جو سخت بارش میں پانی پر غالب آ جائے۔ اس بنیاد پر محبت پیاس کے وقت اور محبوب کی محبت کے وقت دل کے جوش مارنے کو کہتے ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ حباب الماء سے مشتق ہے یعنی جہاں پانی زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ دل کی تمام اہم چیزوں میں بڑا حصّہ اسی محبت کا ہوتا ہے۔ اس کا اشتقاق "لزوم" اور "ثبات" سے ہے۔ کہا جاتا ہے "احبّ البعیر" جب اونٹ بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو، گویا محبّ کا دل کسی بھی وقت محبوب کے ذکر سے نہیں ہٹتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ "حب" (حبۃ کی جمع) سے ماخوذ ہے اور "حبۃ القلب" وہ چیز ہے جس سے دل قائم رہتا ہے پس محبت کا نام اس کے محل یعنی دل کے نام پر رکھا گیا کہ الحب اور الحب، العمر اور العمر کی طرح ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لفظ حبۃ سے ماخوذ ہے اور جنگلی بیج ہے پس محبت چار لکڑیوں کو کہتے ہیں جن پر گھڑا رکھا جاتا ہے پس

محبت کو "حب" کہا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتا ہے۔ بعض محققیننے کہا کہ اس کی اصل وہ "حب" (مٹکا) ہے جس میں پانی ہوتا ہے کیوں کہ وہ اس چیز (پانی) کو روکتا ہے جو اس میں ہے۔ اس میں صرف اسی قدر پانی ہوتا ہے جو اس میں سما سکتا ہے اسی طرح جب دل محبت بھر جاتا ہے تو اس میں محبوب کے غیر کے لیے جگہ نہیں ہوتی۔ [۱]

حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں، اپنی طرف سے کثیر کو قلیل اور محبوب کی طرف سے قلیل کو کثیر سمجھنا—"محبت" ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں کہ اطاعت پر قائم رہنا اور محبوب کی مخالفت سے دور رہنا "محبتّ" ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "محب" کا اپنی صفات کی بجائے محبوب کی صفات کو اپنانا "محبتّ" ہے۔ انہوں نے اس بات طرف اشارہ کیا کہ محبوب کا ذکر غالب رہے حتیٰ کہ محب کے دل میں اکثر محبوب کی صفات کا ذکر ہو اور اپنی ذاتی صفا تا وران کے احساس سے مکمل طور پر غافل رہے۔

حضرت شبلیؒ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ محبتّ یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے جیسا انسان تمہارے محبوب سے محبت کرے تو تجھ کو غیرت آئے۔ [۲]

حضرت داتا علی ہجویریؒ تو فرماتے ہیں کہ وہ محبت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق خدا سے کرنے کا حکم دیا تھا، جو مؤاخات کا جذبہ آپؐ نے ہمیں بتایا اس کی پوری انسانیت میں مثال نہیں ملتی۔

مخلوق خدا سے محبت کرنا دراصل خدا سے محبت کرنا ہے، اور فرمایا کہ محبّ وہ ہے جو لوگوں سے میل جول کم رکھے، خلوت زیادہ اختیار کرے، ہمیشہ غور و فکر میں رہے اور اس پر خاموشی غالب ہو، جب نظر اٹھائے تو دیکھے نہیں، جب بلایا جائے تو سنے نہیں، جب بات کی جائے تو سمجھے نہیں، جب مصیبت پڑے تو غمگین نہ ہو، جب بھوک آئے تو پروانہ ہو، برہنہ ہو تو شعور نہ ہو۔ گالی دی جائے تو ڈرے نہیں، اپنی خلوت میں اللہ تعالیٰ کو ہی نگاہ میں رکھے، اسی کے ساتھ انس کرے، اسی کے ساتھ مناجات کرے اور دنیا کے معاملہ میں اہل دنیا سے جھگڑا نہ کرے۔ کسی شاعر نے خوب کہا:

فرقت کے جو صدمے سہتے ہیں خاموش پریشاں رہتے ہیں
سنتے ہیں نہ کچھ کہتے ہیں اک آگ میں جلتے رہتے ہیں(۳)

مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں جذبہ محبت دیوانہ بنا دیتا ہے۔ لوگوں کے لیے تو وہ دیوانہ ہے اور حقیقت میں وہی فہم و ذکا کا مالک ہے۔ کیونکہ اسی جذبے سے پاکیزگی دِل حاصل ہوتی ہے۔ ہر کثافت کو آگ جلا کر نفاست اور پاکیزگی میں بدل دیتی ہے۔ وہ تو یہاں تک فرما گئے کہ یہ جذبہ صادق آگ ہے اور جس کے دِل میں یہ آگ نہیں اس کو ختم کر دو یعنی مار دو،

آتش است این بانگ نامی نیست باد
ہر کہ این آتش ندارد، نیست باد(۴)

بعض دانشور کہتے ہیں کہ یہ جذبہ مجاز سے شروع ہوتا ہے اور پھر تدریجاً حقیقت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ جیسے کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں:

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست
کہ آن بہر حقیقی کار سازی ست(۵)

"ایک روایت میں ہے کہ جب زلیخا ایمان لے آئی اور یوسف علیہ السّلام سے نکاح کر لیا تو ان سے علیحدہ ہو کر خلوت میں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئی۔ جب یوسف علیہ السّلام اسے دن کے وقت اپنے بستر پر بلاتے تو رات کا وعدہ کر دیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر چھوڑ دیتی، وہ کہنے لگی، میں اپنے رَب کو پہچاننے سے پہلے تیرے ساتھ محبت کرتی تھی اور جب میں نے اسے پہچان لیا ہے تو محبت الٰہی نے اپنے سِوا ساری محبتوں کو ختم کر دیا ہے اور مجھے اس محبت الٰہی کے بدلہ میں کچھ درکار نہیں۔ آخر کار حضرت یوسف علیہ السّلام نے زلیخا سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس آنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ تیرے بطن سے دو بچّے پیدا ہوں گے جس کو نبی بناؤں گا تو زلیخا نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے اور مجھے اس کا وسیلہ بنایا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتی ہوں پھر یوسف علیہ السّلام کے پاس خلوت میں آئی"۔(۶)

"ایک دن حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ کے پاس نمازِ عصر کے بعد ایک معمّر سیاہ فام شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں ایک عورت پر عاشق ہوں اور دُور دراز کی

مسافت طے کر کے حضور کا نام سن کر حاضر ہوا ہوں اور وہ عورت حضور سے مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ تو مرد فقیر ہے اللہ اللہ کر، اس عمر میں عورت کو کیا کرے گا، دوسرے روز نمازِ عصر کے بعد عرض کیا کہ حضور میں فقیری وغیرہ نہیں مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جا کر آرام کرو پھر کل دیکھا جائے گا، جب وہ دوسرے سے تیسرے روز آیا تو اس نے کہا کہ اب مجھے اس عورت سے کچھ سروکار نہیں مجھے تو فقط آپ کی قربت چاہیے"۔ (۷)

الغرض عموماً مجاز سے حقیقت کی طرف یہ جذبہ سفر کرتا ہے۔ کیونکہ صورت مجاز میں بھی حسن ازلی کے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔

"روایات میں ہے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما اسلام بازار میں چلتے جا رہے تھے کہ اچانک ایک عورت کے ساتھ ان کی ٹکر ہو گئی۔ یحییٰ علیہ السّلام نے کہا واللہ مجھے اس عورت کا پتہ نہیں چلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: سبحان اللہ تیرا بدن میرے ساتھ ہے اور دل کہاں ہے؟ یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میری خالہ کے بیٹے اگر میرا دِل پلک جھپکنے کی دیر رَب کے علاوہ کسی اور سے مطمئن ہو جائے تو پھر میں نے اللہ کی پہچان ہی نہیں کی اور کہا جاتا ہے کہ حقیقی معرفت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کو چھوڑ دیا جائے، انسان اپنے مولا کے لیے تنہائی اختیار کر لے، شراب محبت سے مست رہے اور قیامت کے دن دیدار الٰہی تک ہوش میں نہ آئے تو وہ انسان من جانب اللہ ہدایت پر چل رہا ہے"۔ (۸)

اسی لیے تو قلندرِ لاہوری نے فرمایا:

عاشقی آموز و محبوبی طلب
چشم نوحی قلب ایوبی طلب (۹)

"پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مردِ ناقص جمال پر خوش ہوتا ہے اور جلال پر خفا لیکن عاشق صوفی کی نظر میں دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دن لیلیٰ خیرات تقسیم کر رہی تھی۔ فقراء لینے کے لیے جا رہے تھے۔ مجنوں نے اُن سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا لیلیٰ سے خیرات لینے۔ مجنوں نے اپنا کاسہ دیا اور کہا کہ میرا حصّہ بھی لانا، ان میں سے ایک فقیر جب لیلیٰ کے پاس پہنچا۔ اس فقیر نے اپنا

حصّہ لے کر جب دوسرا کاسہ پیش کیا۔ لیلٰی نے پوچھا یہ دوسرا کاسہ کس کا ہے؟ فقیر نے کہا ایک شخص دیوانہ (مجنوں) راہ میں کھڑا تھا، اس نے کہا ہے کہ میرا حصّہ بھی لانا، لیلٰی نے وہ کاسہ توڑ دیا فقیر نے مجنوں کو جا کر حال سنایا تو مجنوں نہایت خوش ہو کر رقص کرنے لگا اور کہا کہ میرے ساتھ کچھ تعلق خصوصی ہے تبھی میرا کاسہ توڑا اور کسی کا نہیں"۔ (۱۰)

صاحب قسمت اس راہ میں سُست و ناتواں نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کم ہمت باندھ کر اپنے کام کے درپے رہتا ہے۔ آخر مقصد کو جالیتا ہے اور اگر کچھ تاخیر واقع ہو تو خیال کرنا چاہیے کہ شاید میری اپنی کوشش میں کچھ نقص واقع ہوا ہے صاحب ارشاد نے خطا نہیں کی، بے نصیب کو وسواس وخطرات کے لشکر مانع ہو کر ناتواں کر دیتے ہیں اور وہ خیرِ کثیر سے محروم رہتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی کتاب میں محبتِ الٰہی سے متعلق نصِ قرآنی پیش کرتے ہیں:

"یا ایھا الّذین امنو ا من یر تد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ"(۱۱)

(اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی حق تعالٰی کے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالٰی ایسی قوم کو لے آئے گا جو خدا کو محبوب رکھے اور خدا اس قوم کو محبوب رکھے گا۔)

نیز اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے:

"ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ"(۱۲)

(بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کے سِوا، اوروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالٰی سے کرنی چاہیے۔)

محبت ایک ایسا جذبہ اور کشش ہے کہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ محبت کرنے والا بس محبت کرتا رہے اور محبوب اس کی طرف ملتفت ہی نہ ہو، انجانا بن کر اپنے محبّ کو آزمانے کے لیے اسے تھوڑا بہت آزمائش میں ڈال دے تو یہ الگ بات ہے، آزمائش کے بعد اسے اپنے محبّ سے اور زیادہ محبت ہو جائے گی حضرت امیر خسرو دہلویؒ فرماتے ہیں کہ عشق میں اتنی کشش ہے کہ کبھی ممکن

نہیں کہ میرے معشوق کو اس کی خبر نہ ہو اگر وہ تمہارے جنازے پر نہ آیا تو وہ تمہاری قبر پر ضرور آئے گا:

کششے کہ عشق دارد، نگذاردت بدینسان
بہ جنازہ گر نیایی، بہ مزار خواھی آمد! (۱۳)

اللہ تعالیٰ کے لیے بندے کی محبت ایک ایسی صفت ہے جو فرمانبردار مومن کے دِل میں ظاہر ہوتی ہے اس کے معنی احترام و تعظیم کے بھی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ محبوب کی رضا کو طلب کرتا ہے اور اس کے دیدار جس کی چاہت میں بے خبر ہو کر اس کی قربت کی آرزو میں بے چین ہو جاتا ہے اور اسے اس کے بغیر چین اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسے اس کے ذکر کی عادت ہو جاتی ہے اور وہ غیر کی یاد اور غیر کے ذکر سے بیزار ہو جاتا ہے کیونکہ غیر کے ساتھ راحت حرام ہے اور محبؒ کے ساتھ اسے سکون ملتا ہے۔ وہ اپنی تمام رغبتوں سے جدا ہو کر اپنی خواہشات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ محبت اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دیتا ہے اور اسے مکمل صفات کے ساتھ خدا کو پہچاننے کا موقع ملتا ہے لیکن اس کے لیے خالق کی محبت ویسی نہیں ہونی چاہیے جیسی خلقت کی محبت ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے کیوں کہ مخلوق کی ایک دوسرے سے محبت محبوب کا احاطہ کر لینے اور اس کے حصول کی رغبت ہوتی ہے اور یہ اجسام کی صفت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے قرب میں ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں۔ محبت کے میدان میں سب سے زیادہ محبت کا ثبوت دینے والے محبت میں فانی اور مغلوب ہو جاتے ہیں کیوں کہ حادث کو قدیم سے منسوب ہونے کے سِوا اور کِسی طرح قرب نصیب نہیں ہو سکتا اور جس شخص پر محبت کی اصل حقیقت منکشف ہو جائے اس کے لیے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

"محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو جنس کی جنس کے ساتھ محبت، وہ نفس کا میلان اور جستجو پر جم جانا، ایک دوسرے کو جسمانی طور پر چھونا، ایک دوسرے سے لپٹ جانے کی صورت میں محبوب کی ذات کو طلب کرنا ہے۔ دوسری قسم کی محبت ایک جنس کی غیر جنس سے ہے اور یہ محبت پوری اور مکمل کوشش چاہتی ہے تاکہ محبوب کی صفات میں سے کِسی ایک صفت کے ساتھ اطمینان پائے اور انس حاصل کرے، بغیر کلام کے سننا اور بغیر آنکھوں کے دیکھنا۔ معاملات محبت میں عاشقان الٰہی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو خداوند قدوس کے احسان و انعام کو دیکھتے ہیں خدا کی

طرف انعام و احسان کا دیکھنا منعم و محسن کی معیت کا تقاضا کرتا ہے اور نعمتوں پر نظر کرنے کی بجائے ان کا طریق نعمت دینے والے کی طرف ہوتا ہے۔ یہ مقام پہلے مقابلے میں بہت ارفع ہے"۔(۱۴)

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

''المحبۃ استقلال الکثیر من نفسک و استکثار القلیل من حبیب''(۱۵)

(محبت یہ ہے کہ اپنے زیادہ کو تو کم جانے اور دوست کے تھوڑے کو زیادہ۔)

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے کہ دنیا کی نعمت اور جو کچھ دنیا میں اس نے بندے کو عطا کیا ہے، اس کو تھوڑا کہا ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

''قل متاع الدنیا قلیل''

(کہہ دیجیے، اے محمد ﷺ دنیا کا سامان جو تمہیں دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔)

اس تھوڑی سی عمر، تھوڑی سی جگہ اور تھوڑے سے سامان کے ہوتے ہوئے ان کے تھوڑے سے ذکر کو بہت کہا، چنانچہ فرمایا ہے:

'' والذکرین اللہ کثیراً و الذکرت ''

(اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے بہت ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی۔)

حضرت سیّد علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ اہل عالم جان لیں کہ حقیقی دوست اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ صفت مخلوق کے لیے درست نہیں، اسی لیے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی بندے کو پہنچتا ہے اس میں کوئی چیز تھوڑی نہیں اور بندے کی طرف سے جو کچھ بھی ہے وہ سب تھوڑا ہے۔(۱۶)

محبت کے غلبہ میں دنیا و آخرت، بخشش اور منع، قبول اور انکار کا امتیاز جاتا رہتا ہے۔ اس کا دِل محبوب کی محبت سے لبریز ہوتا ہے۔ محبوب کی بھلائی برائی، اس کے دروازے اور دوسرے اطراف سب ایک ہو جاتے ہیں۔ محبت سب کو ایک کر دیتی ہے۔ سنی ہوئی خبر اور دیکھی ہوئی بات نفع اور نقصان سب ایک بن جاتے ہیں اس کا دِل ہر وقت وجد کرتا رہتا ہے۔ کبھی خدا کے ذکر جلالی میں وجد آتا ہے اور کبھی اس کے ذکر جمالی میں۔ تمام دن مدہوش رہتا ہے۔ قریب ہونے کے ساتھ ساتھ دوری بڑھتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی آگ کہ جس قدر وہ اس آگ کے قریب ہوتے وہ دُور ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ میں ہی تیرا رَب ہوں۔ کی نوبت آئی۔ اسی طرح قلب

انوار قرب دیکھتا ہے جب اس کی طرف بڑھتا ہے تو وہ دُور ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وقت مقرر آجاتا ہے۔ مسافت ختم ہو جاتی ہے پھر معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ طالب مطلوب، قاصد مقصود اور مرید مراد بن جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذراسی کشش بھی دین و دنیا کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ [۱۷]

شیخ سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محبت یہ ہے کہ تو محبوب کی عبادات سے بغل گیر ہو اور اس کی مخالفت سے علیحدہ ہو [۱۸]

جب محبت دِل میں قوی ہو جاتی ہے تو دوست کا فرمان بجالانا زیادہ آسان ہو جاتا ہے اور یہ ملحدین کے اس گروہ کا ردّ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ محبت میں اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ بندگی اس سے اُٹھ جاتی ہے۔ یہ محض بے دینی ہے کیوں کہ محال ہے کہ عقل کی صحت کی حالت میں بندے سے تکلیف کا حکم ساقط ہو جائے، اس وجہ سے کہ سب اُمّت کا اجماع ہے کہ محمد ؟ کی شریعت کبھی منسوخ نہیں ہو گی اور جب ایک شخص سے عقل کی صحت کی حالت میں تکلیف کا ساقط ہو جانا روا ہو تو ضرورت سے روا ہو گا۔ یہ محض بے دینی ہے اور ہاں، مغلوب العقل اور بے ہوش کا حکم دوسرا ہے اور اس کا عذر بھی اور ہے البتہ یہ بات روا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنی محبت میں اس درجے پر پہنچا دے کہ عبادت کرنے کا رنج اس سے اُٹھ جائے کیوں کہ کسی امر کا رنج اس امر کی محبت کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ جتنی محبت زیادہ قوی ہو گی اتنا ہی فرمانبر داری کی تکلیف اٹھانا اس پر زیادہ آسان ہو گا اور یہ بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا۔ [۱۹]

''لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون'' [۲۰]

(آپ کی جان کی قسم! کفّار اپنی مدہوشی میں سرگرداں ہیں۔)

تو آپ نے رات دن اتنی عبادت کی کہ آپ ﷺ سب کاموں سے رہ گئے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبوب طلب کر، یعنی اپنے مرشد کو محبوب صادق بنالے اور اللہ تعالیٰ سے مرشد کامل کی صحبت و قربت طلب کر۔ اس کی محبت میں دیوانہ بن جا، بغیر ہم کلامی معشوق اختیار کرنا سراسر جہالت ہے۔ اے عاشقِ صادق سُن! مجھے ایک دوست کا کام یاد آگیا جو مجھے کہتا تھا کہ اے یار! اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کرے تو میں جنگل میں جا کر یادِ الٰہی کروں اور اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی اور میں مشغول نہ ہوں۔ میں نے کہا کہ میں

علی بن عثمان جلابی قدس سرہٗ اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ وہ دوست پاس ہو، میری باتوں اور مکروہ کاموں سے بچتا رہے۔ جہاں تک ہو سکے کسی مرد خدا کے ساتھ رہے۔ (۲۱)

اللہ تعالیٰ جو بڑا مہربان اور کریم ہے اس کا لطف عام ہے اس سے میری فریاد اور گزارش ہے کہ شہادت کے وقت بندش نہ رکھنا اور مجھے بہشت بریں عنایت کرنا۔ میرا معشوق میری بغل میں دینا۔ مجھے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔ میں بیمار اور روگی ہوں تو شافی و کافی ہے۔ مجھے یہی بات پسند آتی ہے کہ گوشہ گیری اختیار کروں اور معشوق کے چہرے کے سِوا اور کسی کا چہرہ نہ دیکھوں۔ اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ تیرے پاس ایک دانہ بھی نہیں، تو اس بات پر فخر و غرور نہ کرنا۔ گنج بخش اور رنج بخش حق تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جو بے مثل اور برتر ہے۔ (۲۲)

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں:

محبت کو محبت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دِل سے محبوب کے علاوہ ہر چیز کو نکال دیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ اگر کوئی تمہارے جیسا انسان تمہارے محبوب سے محبت کرے تو تجھے غیرت آئے (۲۳)

یار جاتا ہے تیغ بہ کف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا (۲۴)

(سچّا محبّ وہ ہے جو محبوب کا احترام بھی کرے اور ادب کو ملحوظ رکھے ۔)

خموش! اے دِل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں (۲۵)

میں اپنے مضمون کے اختتامی مراحل میں ہوں اور جو میں نے ثابت کرنا تھا اس کی طرف پہنچ رہا ہوں یعنی ادب کے بغیر محبّ کا دعویٰ محبت چھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ معاملات میں آداب کی حفاظت دِل میں مطلوب کی تعظیم سے حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ اور اس کے نشانات کی تعظیم تقویٰ میں سے ہے اور جو شخص بے ادبی سے حق تعالیٰ کی تجلیات کی تعظیم کو پامال کر دے، اس کو تصوّف کے طریق میں کوئی حصّہ نہیں اور کسی حالت میں مدہوشی اور غلبہ حال طالب حق کو آداب کی حفاظت سے منع نہیں کرتے، کیوں کہ ادب طالبان حق کی عادت ہوتا ہے اور عادت طبیعت کے مانند ہوتی اور طبیعت کا جاندار سے ساقط ہونا کسی حال میں بھی متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تک زندگی قائم ہے، طبیعت کا ساقط ہونا محال ہے۔ پس جب تک انسانوں کا وجود قائم ہے، کبھی تکلف

سے اور کبھی بغیر تکلف، وہ آداب کی شرط کو نگاہ رکھتے ہیں اور جب ان کا حال ہوشیاری کا ہوتا ہے تو وہ تکلف سے آداب کی حفاظت کرتے ہیں اور جب ان کا حال بے ہوشی کا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بھی ان کے ادب کی نگہداشت کرتا ہے اور یہ یاد رکھو کہ ولی کسی صورت میں بھی تارکِ آداب نہیں ہوتا کیوں کہ ولدیت میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی بہت ضروری ہوتی اور تارکِ ادب عادات و اخلاق محمدی سے منحرف ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ ترکِ ادب عدم محبت کی دلیل ہے۔

"لانّ المودّة عند الاداب و حسن الأدب صفة الاحباب"[۲۶]

(محبت آداب کے ہونے کی صورت میں ہے اور اچھا ادب دوستوں کی صفت ہے۔)

حضرت گنج بخش علی بن عثمان جلابی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں ملک خراسان میں ایک گاؤں پہنچا، جسے کمند کہتے تھے، وہاں ایک معروف آدمی ادب کمندی کہلاتا تھا، وہ بہت بزرگ آدمی تھا جو بیس سال سے پاؤں پر کھڑا تھا اور نماز میں تشہد کے سِوا کسی وقت نہ بیٹھتا تھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے ابھی تک وہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ مشاہدہ حق کے اندر بیٹھ جاؤں۔[۲۷]

صوفیاء عظام کے نزدیک بڑا مقام یہ ہے کہ خلوت و جلوت میں اپنے محبوب کو حاضر پائے اور حاضری میں ادب کو ملحوظ رکھے۔ یعنی دونوں حالتوں میں ادب ملحوظ رکھنا چاہیے اور دنیا والوں کو چاہیے کہ معبود برحق کے مشاہدہ میں آداب کی حفاظت کرنا زلیخا سے سیکھیں کہ جب اس نے یوسف علیہ السّلام سے خلوت میں اپنی بات کے قبول کرنے کی درخواست کی تو پہلے اپنے بت کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا، یوسف علیہ السّلام نے پوچھا کہ تو یہ کیا کرتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنے معبود کا چہرہ ڈھانپتی ہوں تاکہ وہ مجھ کو تیرے ساتھ اس بے حرمتی کے ساتھ نہ دیکھے کہ وہ ادب کی شرط نہیں ہے۔ جب یوسف علیہ السّلام نے زلیخا کو ایمان کے دائرے میں یعنی خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آئی تو خدا نے اس کو جوان کر دیا اور وہ پیغمبر کے نکاح میں آگئی تو یوسف علیہ السّلام نے اس کے پاس جانے کا قصد کیا تو زلیخا ان سے پیچھے ہٹی۔ آپ نے پوچھا: اے زلیخا! میں تو تیرا وہی معشوق ہوں، تُو مجھ سے کیوں بھاگتی ہے؟ شاید میری محبت تیرے دِل سے محو ہو گئی ہے۔ اس نے جواب دیا: نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم محبت اسی طرح قائم ہے بلکہ زیادہ ہے لیکن میں نے ہمیشہ معبود کے ادب کو ملحوظ رکھا ہے۔ جس دن میں نے تیرے ساتھ خلوت کی تھی، اس دن میرا معبود ایک بُت تھا اور اس کی آنکھیں بھی نہ تھیں، میں نے اس کے چہرے پر ایک کپڑا ڈال دیا تھا تاکہ بے ادبی کی تہمت مجھ سے

اُٹھ جائے لیکن اب تو میرا وہ معبود ہے جو بغیر آنکھ اور آلہ کے دیکھتا ہے اور جس صفت پر کہ میں ہوں، وہ مجھ کو دیکھتا ہے لہٰذا میں نہیں چاہتی کہ تارک ادب بنوں۔

جلیلؔ آسان نہیں آباد کرنا گھر محبت کا
یہ ان کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہیں(۲۸)

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابوالقاسم قشیری، رسالہ قشیریہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۵۴۸

۲۔ ایضاً، ص ۵۵۰

۳۔ مشتاقؔ، غلام معین الدّین گولڑویؒ، اسرار المشتاق، مکتبہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص ۷۶

۴۔ مولانا روم، جلال الدین محمد، مثنوی مولوی (دفتر اوّل)، مرکزِ تحقیقیات ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۳

۵۔ مولانا جامی، عبدالرحمٰن، کلیاتِ جامی، بنیاد سعدی، میدان انقلاب، تہران، ایران، ۱۴۱۸ھ، ص ۵۱۰

۶۔ امام غزالی، مکاشفۃ القلوب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۶۱

۷۔ مہر علی شاہؒ گیلانی گولڑوی، ملفوظاتِ مہریہ، مکتبہ مہر منیر درگاہ عالیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۷۹

۸۔ امام غزالی، مکاشفۃ القلوب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۶۳

۹۔ علّامہ اقبال، لاہوری، اسرارِ خودی، اسد پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۷۹

۱۰۔ مہر علی شاہؒ ؒ، گیلانی گولڑوی، ملفوظاتِ مہریہ، مکتبہ مہر منیر درگاہ عالیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۸۰

۱۱۔ داتا گنج بخش، سیّد علی ہجویری جلابیؒ ؒ، کشف المحجوب (مترجم سیّد محمد فاروق القادری)، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۵۷۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۷۴

۱۳۔ امیر خسرو دہلوی، انتخاب غزلیاتِ خسرو، (ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۱۰۳

۱۴۔ داتا گنج بخش، سیّد علی ہجویری جلابیؒ ،کشف المحجوب (مترجم مولوی فیروز الدین)، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۲۸۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۸۵

۱۷۔ غوث اعظم، شیخ عبد القادر جیلانیؒ ، الفتح الربّانی (مترجم مولانا ثناء اللہ ندوی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۴۸۲

۱۸۔ داتا گنج بخش، سیّد علی ہجویری جلابیؒ ،کشف المحجوب (مترجم سیّد محمد فاروق القادری)، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۵۷۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۵۷۴

۲۰۔ القرآن،:۴۹:۷۲

۲۱۔ داتا گنج بخش، سیّد علی ہجویری جلابیؒ ،کشف المحجوب (مترجم ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی)، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۳۳۱

۲۲۔ ایضاً، ص ۳۳۲

۲۳۔ امام قشیری، ابّو القاسم عبد الکریم، ہوازن، رسالہ قشیریہ (مترجم مفتی محمد صدیق ہزاروی)، مکتبہ حضرتِ اعلیٰ، دربار مارکیٹ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۵۵۰

۲۴۔ میرؔ، تقی میر، کلیاتِ میر، (جلد)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۳۳۲

۲۵۔ علّامہ اقبال، لاہوری، بانگِ درا، مکتبہ دانیال، لاہور، ،ء، ص ۰۰۰

۲۶۔ داتا گنج بخش، سیّد علی ہجویری جلابیؒ ،کشف المحجوب (مترجم ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی)، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ،ء، ص ۳۳۲

۲۷۔ ایضاً، ص ۳۳۳

۲۸۔ ایضاً، ص ۳۳۴